۴۸۶
۳۹۲

تعدد ازدواج

اور

اسلام

دستخطِ قلم
حضرت مولانا شاہ سید قطب الدین حسینی صاحب صابری دامت برکاتہم
سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموش رح

منجانب ۔ موتمر علمی قادری کاشانہ ۔ آغا پورہ حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تعددِ ازدواج POLYGAMY

(۱۰)

"اسلام نے ایک سے زائد بیویوں کی اجازت جو قانوناً دے رکھی ہے اس کے متعلق اغیار نے مختلف اعتراضات مختلف پہلوؤں سے کیا ہے اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اہل اسلام کو معترضین کے پروپگنڈے سے محفوظ رکھنے اور صحیح معلومات ان کو بہم پہنچانے کے لئے اس مسئلہ پر خصوصاً اور دیگر اعتراضات یا غلط تعبیرات جو اس سلسلہ میں کئے گئے ہیں ان پر بھی روشنی ڈالیں تاکہ ان مسائل کے حقیقی خد و خال سے مسلمان واقف ہو جائیں اور معترضین بھی اگر تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو شاید اللہ تعالیٰ ان کو نیک توفیق عطا فرمائے۔"

نوٹ :- تعدد ازدواج سے متعلق بعض کا اعتراض ہے کہ مرد اور عورت کے جسمی اعضا کے تخلیقی امتیاز کی وجہ ایک مرد ایک سے زائد عورتوں کو ازدواجی تعلقات میں

مطمئن نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس ایک عورت ایک سے زائد مردوں کے لئے کافی ہوسکتی ہے۔ اس لئے تعدادِ ازدواج ایک غیر فطری چیز ہے۔

۲:۔ بعضوں نے اعتراض کیا ہے کہ عرب قوم کو شہوت پرست پاکر آنحضرت صلعم نے اصولاً و قانوناً تعدد ازدواج کا جواز رکھکر شہوت پرست عربوں کو اپنی تعلیمات کی طرف مائل فرمایا۔

۳:۔ اور آنحضرت صلعم نے خود کو تو اس قانون سے بھی بالاتر مستثنیٰ فرمالیا۔ اور دس گیارہ بیویاں کیں۔ خاکم بدہن، یعنے آپؐ، شہوت پرست تھے ـــ نعوذ باللہ من ذالک۔

وضاحت

۱:۔ تعدد ازدواج کو غیر فطری کہنا، معترض کی فطری کمزوری یا لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔ یا یہ کہ قدیم زمانوں کے قصوں پر اعتقاد لاکر، یا یورپین کلبوں کے حالات اور مغربی تہذیب کو سامنے رکھکر یہ اعتراض کردیا کہ ایک عورت کا کئی مردوں سے سربراہ ہونا فطری ہے۔ اور ایک مرد کا کئی عورتوں سے ازدواج خلافِ فطرت ہے۔

مرد اور عورت میں تخلیقی امتیاز ضرور ہے۔ مگر وقت واحد میں نہ ایک مرد متعدد عورتوں سے ملوث ہونے کا سوال ہے، اور نہ وقتِ واحد میں ایک عورت کئی مردوں کو کافی ہونے کا سوال۔ یہاں صرف مغالطہ دہی سے کام

لیا جا رہا ہے۔

اب رہا شہوانی جذبات اور ان کی تحریک و تکمیل' تو ان کا دار و مدار تو لئے جسمانی پر ہوتا ہے' اور بالعموم صنفِ نازک کے مقابل مرد جسمانی اعتبار سے کئی گنا قوی ہوتا ہے' اس لئے تعدد ازدواج خلافِ فطرت نہیں بلکہ مطابق فطرت ہے۔

علاوہ ازیں اسلام، غیر قانونی اور ناجائز تعلقات پسند نہیں کرتا، کیونکہ اس کے نہایت برے اور خراب نتائج معاشرت پر پڑتے ہیں' اسلام ہمیشہ صنفی ضروریات' یا کسی بھی قسم کے ضروریات ہوں' قانونی دائرہ میں دیکھنا چاہتا ہے۔

اسلام کے اس اصول کو بھی ملحوظ رکھیے' اور عورت کے فطری حالات اور تعطل پر بھی غور کیجیے' تو معلوم ہوگا کہ ہر مہینہ کا تقریباً ۱/۴ حصہ عورت معطل رہتی ہے۔ اس کے علاوہ استحاضہ اور دیگر نسوانی امراض اور کمزوریوں سے مجبور رہتی ہے' اور حمل کی شکل میں تقریباً ایک سال کا تعطل پیدا ہو جاتا ہے' اگر عقیم (بانجھ) ہو تو سلسلۂ نسب کے لئے مرد کو دوسری عورت عقد کرنے پر بھی مائل ہونا پڑتا ہے۔

خواہ جسمانی قوی کے لحاظ سے ہو کہ عورت کے ان فطری موانعات کے پیش نظر' تعدد ازدواج ہی ایک فطری اصول ہو سکتا ہے' ورنہ کہ مرد کے سب لئے غیر قانونی حرکتیں کر کے معاشرہ کو بگاڑنے کی نوبت آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے چاروں طرف آج معاشرہ کو بگڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ جو لوگ اس اصول کو نہیں مانتے

یا اس پر عمل نہیں کرتے وہ غیر قانونی حرکات کے مرتکب ہو جاتے ہیں، جس کی قانونِ اسلام میں کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

ف:۔ تعدادِ ازدواج چونکہ ایک فطری اصول ہے، اس لئے دوسرا اعتراض جو ایک غلط تصوّر کی بنا پر کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی شہوت پرست قوم کو تعدادِ ازدواج کا اصول رائج کر کے اپنی تعلیمات کی طرف مائل کیا، خود بخود یہ اعتراض یا غلط تصوّر باقی نہیں رہتا۔ تعدادِ ازدواج کا اصول فطرت کے مطابق اور حسبِ ضرورت ہے، کسی کو مائل کرنے کی مصلحت کے تحت نہیں ہے۔

معترض کا عرب قوم کو شہوت پرست بتلا کر متعدد بیویوں کی ان کے لئے ضرورت بتلانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ معترض تعددِ ازدواج کو فطری اور کم از کم عرب قوم کے لئے تحتِ ضرورت ہونے کو دبی زبان سے قبول کر رہا ہے۔ اور پھر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر عرب شہوت پرست تھے اور ان کو متعدد بیویوں کی ضرورت تھی تو کیا دوسرے ملک کے باشندوں میں شہوت کا اتنا فقدان ہے کہ ان کی عورت کو کئی مردوں کے ساتھ گذارا کرنا پڑتا ہے؟ گویا معترض محض اعتراض کی خاطر عرب قوم کو قوی بتلا کر دوسری قوموں کی کمزوری کا معترف ہوا ہے۔

اظہار کے اس قسم کے اعتراض کو اس امر کی وضاحت کی طرف بھی مائل کرتے ہیں کہ تعدد ازدواج کا اصول نہ صرف فطری ضروریات کے مطابق ہے بلکہ یہ اصول آیندہ نسلوں کے لیئے ناگزیر ہوگا اس کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم آج سے چودہ سو برس پہلے ہی جان چکے تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ "تَزَوَّجُوا الوَدُودَ الوَلُودَ فَاِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الاُمَمَ" یعنی محبت والی عورتوں، زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے عقد کرو۔ میں امت کو اکثریت میں لانا چاہتا ہوں" گویا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں چودہ سو برس قبل ہی یہ بات آچکی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ حکومتوں کی تشکیل اکثریت و اقلیت کی بنیادوں پر ہوگی۔ علاوہ ازیں ارشاد نبوی یہ بھی ہوتا ہے کہ "ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک مرد کئی یعنی متعدد عورتوں کا قیم (سہارا) ہوگا" آج کے حالات پر غور کیجئے تو تقریباً ہر گھر میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اور اگر ایک عالمگیر جنگ ہو جائے جو محض ٹالی جارہی ہے تو نیا یہ کروڑوں مرد ختم ہو جائیں گے اور یکایک عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جائے گی ایسی صورت میں اگر تعدد ازدواج پر عمل نہ ہو تو جو عورتیں بلا مرد باقی رہیں گی وہ غیر قانونی حرکات کرکے معاشرہ کو بگاڑیں گی۔ سماج کو برباد کریں گی۔ اس طرح عورت بھی اپنے مقام سے گر جائے گی۔ اسلام نے تعدد ازدواج کا جو جواز رکھا ہے، اس سے نہ صرف غیر قانونی حرکات کا انسداد اور معاشرہ کا تحفظ ہوگا

بلکہ عورت کو اس کے صحیح مقام پر باقی رکھنے کا یہ اسلامی اصول موجب گا۔

چودہ سو برس پہلے ہی ان تعلیمات کو رائج کرنا اور اس کی ضرورت کو محسوس کرنا اور اس اصول کے ذریعہ معاشرہ کو اس طرح خرابیوں سے محفوظ کرنا جس کو انسانی عقل سوچ بھی نہیں سکتی تھی بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر خدا ہونے کی بھی دلیل ہے۔

تعدد ازدواج کا جو اصول اسلام نے رکھا ہے اس کی تصویر کے ایک اور رُخ کو بھی یہاں اگر واضح کر دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا، یعنی ہر شخص کو اس کی شخصی ضروریات کے لحاظ سے دو، تین، چار تک بیویاں کرنے کی اجازت تو دی گئی مگر ساتھ ہی ساتھ اس کو بھی مشروط فرمایا گیا ہے کہ شوہر کے لئے یہ لازم ہوگا کہ خواہشات نفسانی، معاملات اقتصادی، تعلقات ازدواجی، الفت، محبت، غرض ہر پہلو سے بیویوں میں انصاف کرے اور یکساں سلوک رکھے۔ اور اگر شوہر انصاف سے کام نہیں لے سکتا تو پھر ایک سے زائد بیویوں کی اجازت نہیں ہو سکتی۔

مطلب یہ ہوا کہ ایک مرد قوائے جسمانی، جذبات شہوانی کے لحاظ سے خواہ چار عورتیں کر سکتا ہو، مگر انصاف کرنے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے ایک سے زیادہ کی اجازت اس کو نہیں دی جا سکتی۔ گویا انصاف کو شخصی ضروریات پر

ترجیح دینے کی بھی تعلیم دی گئی اور عورت کے ساتھ انصاف اتنا لازم رکھا گیا کہ اس کے ساتھ نا انصافی نہ ہو۔ اس کے لئے مرد کے شخصی ضروریات کو دبا دیا گیا۔

مختصر یہ کہ تعدد ازدواج کا اصول مرد کے فطری مطالبات، عورت کے فطری مجبوریات، قومی ضروریات بلحاظ تناسب جنبی، اسلامی تعلیمات کے ماننے والوں کے تکاثر، سب کو ملحوظ رکھ کر قائم فرمایا گیا ہے۔ نہ یہ غیر فطری ہے اور نہ کسی کو تعلیمات کی طرف مائل کرنے کی مصلحت سے ایسا کیا ہے۔

ص۳۔ اب رہا سوال۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات رضؓ کی کثرت سے متعلق، ازواج مطہرات رضؓ کے تعدد کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہوت پرست کہنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

ہم یہاں تمہیداً یہ کہدینا ضروری سمجھتے ہیں۔ یا۔ایک نفسیاتی اصول کی طرف متوجہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ کسی بھی آدمی پر کوئی حکم لگانے یا کسی کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے سے قبل ہم کو اس شخص کے کیارکٹر۔ اس کے حالات۔ اس کے عادات واطوار۔ حرکات وسکنات پر نظر رکھنا لازمی ہے۔ چنانچہ ہم اپنی زندگیوں میں لازمی طور پر ان امور کو ملحوظ بھی رکھتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو کسی کے گھر میں آجائے اس پر چور، یا ڈاکو۔ یا متعمد قتل ہونے کا الزام نہیں لگا دیتے۔ یا اغوا کا الزام اس کی طرف منسوب نہیں کر دیتے، بلکہ حالات۔

اس کا ماحول۔ اس کے کیارکٹر۔ شئی مطلوبہ۔ حالت دماغی۔ عمر۔ غرض اس کی ہر چیز پر کافی غور کرکے لبعد ہی اس کے متعلق کوئی حکم لگایا جاتا ہے اور اس سے متعلق کوئی قیاس قائم کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ہم کو محمد رسول اللہ صلعم سے متعلق کوئی تصور (شہوت پرستی) قائم کرنے سے قبل آپؐ کے حالات۔ ماحول۔ اور آپؐ کی زندگی پر غور کرنا لازمی ہے، جس کے بغیر کوئی قیاس لازمی طور پر درست نہیں ہوسکتا۔ آئیے! "محمد رسول اللہ صلعم" تک پہونچنے سے پہلے ہم "محمد بن عبد اللہ" کی زندگی پر بالاختصار نظر ڈالیں۔

آپؐ سنہ ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے جب کہ آپؐ کے والد ماجد انتقال کر چکے تھے۔ آپؐ کی پیدائش کے کچھ ہی دن لبعد والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ تربیت و سرپرستی کا سہارا نہ رہا۔ اور آپؐ ایک ایسی قوم اور ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے جس کی جہالت آج تک تاریخ میں ضرب المثل ہے۔ آپؐ ایک جاہل قوم کے ایک اُمّی فرد تھے۔ آپؐ کے اخلاق میں ہر قسم کی کمزوری کی ہی توقع رکھی جاسکتی تھی۔ حالات اور ماحول کے لحاظ سے آپؐ سے بدترین اخلاق کا حامل ہونے ہی کی امید ہوسکتی تھی۔ مگر ایک جاہل قوم کا غیر مہذب، تمدن سے بیگانہ قوم کا اُمّی فرد، دنیا کا معلم بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ تعلیم و تعلم، تہذیب،

وتمدن کا علمبردار بن کر نکلتا ہے۔ ایسے شخص کو دنیا کے چند بڑے آدمیوں میں سے شمار کرنا خود اغیار کا ایک حیثیت سے آپؐ کے متعلق اعتراف ہے۔

چونکہ آپؐ ایک جاہل قوم کے، غیر مہذب ملک کے ایک "اُمّی" فرد تھے اس لئے آپؐ کے تعلیمات کو آپؐ ہی کی طرف منسوب رکھتے ہوئے ان کی پیروی کرنے کو آج کے تعلیم یافتہ ومتمدن لوگ اپنا ہتک سمجھتے ہیں، مگر آپؐ کی تعلیمات پر چلے بغیر چارہ نہیں تھا۔ "سول لاء" کے نام سے ہو، کہ (DIVORCE) کے نام سے ہو کہ سیول میاریج کے شکل میں ہو کہ نذر مہر کے قانون کی صورت میں، تجہیز کے تحفظی تدابیر کے تحت ہو کہ ترک مسکرات کے روپ میں، احتساب کے احکام سے روگردانا مگراوزان و پیمانہ جات کے قانون کے ذریعہ، بہر حال کسی نہ کسی شکل میں کم وبیش آپؐ ہی کے تعلیمات پر عمل کرنے آج کا مہذب انسان مجبور ہو رہا ہے۔ آدمی اخلاقی معیار سے جس رفتار سے آج گر رہا ہے اس کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کچھ ہی عرصہ بعد انسانیت کی اصلاح کے لئے تعزیرات کو بھی سخت سے سخت اختیار کرنا ہی پڑے گا۔

اس کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی "غیر اہم دنیا

کا بے قیمت صفر" کہتا ہے تو گویا معترض خود اپنی آپ تردید کرتا ہے۔
غرض، دنیا نے آپؐ کی بڑائی کو تسلیم کر لیا۔ آپؐ بدترین ماحول میں رہے، مگر آپؐ کے کیارکٹر ایسے تھے کہ کوئی کبھی آج تک حرف زنی نہ کر سکا۔ اغیار بھی "امین" کا لقب دینے پر مجبور ہوئے۔
آپؐ پچیس ۲۵ برس کی عمرِ شریف کو پہونچے اور عنفوانِ شباب کو پہونچ گئے، مگر کوئی بھی اس پچیس سالہ تجردی زندگی سے متعلق زبان کشائی نہ کر سکا۔
پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے عقد فرمایا جو عمر میں آپؐ سے اٹھارہ سال بڑی تھیں۔ اور دو ۲ مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ کیا ایک شخص حسن کے متعلق شہوت پرست ہونے کا تصور پیدا کیا جاتا ہو، وہ خود سے عمر میں دوگنی تقریباً بڑی اور وہ بھی بیوہ عورت سے اپنا رشتہ قائم کرنا پسند کرے گا!
حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپؐ نے جو پندرہ سال زندگی گذاری (قبل بعثتِ نبوت) اس کا زیادہ حصہ تواریخ شاہد ہیں کہ پہاڑوں میں اعتکاف کرتے۔ عبادتوں میں۔ تلاشِ حق میں۔ حقیقت کے تجسس میں گذرتا تھا۔
تا اینکہ آپؐ چالیس برس کے ہوئے اور نبوت سے سرفراز ہوئی۔ سرفرازیِ نبوت کے بعد اکثر وبیشتر وقت تعلیمات کی اشاعت میں آپؐ نے گذارا جس سے

انکار ناممکن ۔ جب آپؐ ہفتہ واری بازاروں میلوں میں اپنے تعلیمات
کی اشاعت فرمانے لگے تو کفار کی جانب سے وہ وہ اذیتیں اور تکالیف
آپ کو پہنچائی گئیں کہ جس کا برداشت کرنا مشکل تھا ۔ جب کفار آپ کو انتہائی تکالیف
پہونچا کر دیکھ لیے کہ اس کے بعد بھی یہ بندہ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے
ارادوں سے باز آنے والے نہیں، تو پھر ترغیبات سے کام لیا ۔ بالآخر
کہا کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نبوت کے دعوے سے اور نئے دین کی اشاعت
سے دست بردار ہو جاؤ تو ہم تم کو منہ مانگی دولت دیتے ہیں، تم جتنے چاہو
حسین ترین عورتیں لے لو، حکومت لے لو، مگر نئے دین کی تبلیغ اور اشاعت سے باز آ جاؤ!"
مگر آپؐ نے تعلیمات ہی کو ترجیح دی ۔ کفار کے پیش کردہ ترغیبات کی طرف
راغب نہ ہوئے، اور تعلیمات کی اشاعت ہی میں ۵۳ سال تک عمر
قبل ہجرت گذار دی ۔

لمحہ فکر :- آدمی کو شہوت پرستی کیلئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ وہ خود جوانی رکھتا ہو
دوسرے مال و دولت، حسن و عورت، حکومت ۔ آپ خود اس وقت جوان تھے اور کفار کی جانب سے
مال و دولت ۔ حکومت ۔ حسن و عورت نذر ہو رہے تھے ۔ دنیا آپؐ کے
قدم چوم رہی تھی، مگر آپؐ نے ہر چیز کو ٹھکرا دیا ۔ ہر آرام سے انکار فرما دیا ۔
اور تعلیمات کی اشاعت کو ہر چیز پر ترجیح دی ۔ اور اپنی جوانی، اپنے شباب
کو کفار کے مظالم کے نذر فرما دیا ۔ جوانی ساری مصائب میں ۔ تکالیف میں

فاقہ کشی میں، پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے۔ سر پر پتھر کھاتے ہوئے، پاؤں میں کیلے اور کانٹے گوارا کرتے ہوئے شعبِ ابی طالب میں مقید اور برسوں درختوں کے پتے کھاتے ہوئے گذار دیا۔ بالآخر وطنِ مالوف کو بھی ترک کرنے پر آمادہ ہوئے، مگر تعلیمات کی اشاعت ترک کر کے مال و دولت۔ حکومت، عورت حاصل کرنے پر مائل نہ ہوئے اور ساری جوانی ان ہی مصائب سے گذار دی۔ کیا ایسے ہی شخص کو شہوت پرست کہا جاسکتا ہے؟ اس سے کہنے والے کی حمق یا عصبی آگ نمایاں ہوتی ہے۔

ہجرت سے تین سال قبل حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا جسکے بعد آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے عقد فرمایا۔ حضرت عائشہ کو بیوی کے بجائے "داشتہ" لکھنا خود حاسد کے "داشتہ زادہ" ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بجز شرعی ازدواجی تعلقات کے کہیں غیر قانونی تعلقات کو جگہ نہیں دی گئی۔ زنا اور معاشرہ کی دیگر خرابیوں کی اصلاح آپؐ کی تعلیمات کا اصل اور اہم مقصد ہے۔ زناکاری کی بیخ کنی کے لئے طلاق اور تعددِ ازدواج کے اصول قائم کئے گئے۔ ایسا شخص جو ان بدکاریوں کا استیصال چاہتا ہو ان کی شرعی بیوی سے متعلق "داشتہ" کا لفظ استعمال کر کے معترض نے اپنی اصلیت کو مشکوک کر دیا اور اس کی عصبیت اس کے ان

الفاظ سے اس درجہ مترشح ہوتی ہے کہ اس کی تمام تحریر کو ناظرین کی نظر سے گرا دیتی ہے کہ جو شخص اتنی صاف و صریح حقیقت کو توڑ مروڑ کر بیان کیا ہو وہ اپنی تحریر میں کیا صداقت سے کام لیا ہوگا۔

غرض کہ حضرتؐ نے کفار کے مظالم سے وطن بھی چھوڑا اور مدینہ طیبہ منتقل ہوئے۔ یہ خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ اس وقت تک آپؐ کو صرف ایک ہی بیوی رہی۔ اول حضرت خدیجہؓ۔ ان کے بعد حضرت عائشہؓ۔ اب آپ کی عمر شریف ۵۳ سال کی ہو چکی تھی جبکہ آپؐ مدینہ تشریف لائے اور مدینہ تشریف لانے کے بعد آپؐ نے متعدد ازواج مطہراتؓ سے عقد فرمایا۔

جو شخص اپنی جوانی کفار کے مظالم کی نذر کر دیا ہوا اور عنفوان شباب میں حکومت، دولت، حسن، ہر چیز کو ٹھکرا دیا ہو۔ جو شخص ۵۳ سال کی عمر یعنی عمر کا بڑا حصہ اپنے سے بڑی عمر والی بیوہ (حضرت خدیجہؓ) کے ساتھ گذار دیا ہوا اور ساری عمر اشاعت تعلیمات اسلام میں گذار دی ہو۔ جس نے ۵۳ سال تک خواہشات و آرام زندگی پر اشاعت دین کو ترجیح دی ہو اور جوانی میں مصائب و مظالم کو پسند فرما کر مال و دولت۔ حکومت اور حسن پر تعلیمات کو ترجیح دی ہو ایسے شخص کو شہوت پرست یا نفس پرست کہنا سورج پر مٹی ڈالنا ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نے جس طرح قبل ہجرت اپنی ساری زندگی کو

سارے شباب کو اپنی تعلیمات کی اشاعت کی خاطر پامال فرما دیا، اسی طرح سے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد متعدد ازواج مطہراتؓ سے عقد کرنا بھی اپنی تعلیمات ہی کی خاطر تھا۔ مدینہ میں آپؐ کو حسین ترین عورتیں، خوبصورت دوشیزائیں من مانے حاصل ہو سکتی تھیں۔ مگر آپ نے ایک بھی باکرہ سے مدینہ میں عقد نہیں فرمایا۔ اور نہ کوئی کم عمر تھی، اور نہ کوئی بے نظیر حسن کی حامل تھی۔ اگر شہوت پرستی اور حظِ نفس مقصود ہوتا تو حسین اور کمسن عورتوں کو جمع کرنے میں کون امر مانع ہو سکتا تھا۔ خصوصاً جبکہ حکومت بھی قائم ہو چکی تھی۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ تعددِ ازدواج سے نفسانی خواہشات کی تکمیل مطلوب نہ تھی بلکہ اس سے مقصود تعلیمات ہی کی خدمت تھی۔

چونکہ عورت رسم و رواج اور توہمات کی زیادہ پابند ہوتی ہے، سرکار صلعم نے ان ازدواج مطہراتؓ کے ذریعہ جو مختلف قبیلوں کی تھیں، مختلف رسم و رواج اور توہمات کو سمیٹ کر اپنے گھر میں جمع فرما لیا اور ان کا ذاتی طور پر علم حاصل فرما کر عینی مشاہدہ فرما کر ان کی اصلاح کے لئے حسبِ ضرورت ہدایات اجرا فرماتے تھے۔

دوسرے یہ کہ اسلام کی تعلیمات میں "مساوات" کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں بنی نوع انسان میں بہ عملت یا لوقت

موزوں مساوات قائم کرنا چاہتا ہے۔ انسان، آج تمدن اور تہذیب کے اعلیٰ معیار پر آنے کے بعد تعلیم و ترقی کے منتہیٰ کو پہونچنے کے بعد بھی مساوات گوارا نہیں کرتا۔ کھانے پینے میں اگر مساوات کر دیتا ہے تو عبادات میں مساوات برتتے تکلف کرتا ہے۔ اگر عبادت میں بھی مساوات برتنے پر مجبور ہوتا ہے تو کم از کم ازدواجی رشتہ میں مساوات برتنے اور سب بنی نوع انسان کو یکساں دیکھنے ماننے، سمجھنے پر آمادہ نہیں ہوتا، اور آپس میں چھوٹے بڑے کی تقسیم کو مٹا کر اور ذات پات کی فرضی الجھن کو دُور کر کے باہمی بلا تکلف شادی بیاہ کرنے آج تک رُکا ہوا ہے، مگر حضور صلعم نے باوجود اس کے کہ آپؐ کا کوئی برابر دار نہ تھا اور آپؐ کی ذات سب سے اعلیٰ و برتر مانی جاتی تھی مگر آپؐ نے شادی بیاہ کے معاملہ میں نہ صرف تعلیماً مساوات کا درس دیا بلکہ عملاً ہر قبیلہ کی، ہر ذات کی چھوٹی بڑی، کالی گوری۔ لونڈی، حبشی، بیوہ، مطلقہ۔ غرض ہر قبیل کی عورت سے عملی طور پر عقد فرما کر، اپنی شریک زندگی بنا کر اپنے تعلیمات کو اس پہلو سے بھی عملی جامہ پہنا کر دکھا دیا تا کہ پھر کوئی اُمتی اس سے گریز نہ کرے اور عیب نہ جانے۔

تیسری چیز یہ کہ اسلامی تعلیمات میں خاص اہمیت کے ساتھ عصبیت، فرقہ پرستی، تفرقہ پردازی، قبیلہ بندی۔ غرض ہر قسم کے تعصبات کو مٹایا گیا ہے اور کوشش اس بات کی گئی ہے کہ ان اجتماعی خرابیوں کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے۔

جو حضورؐ سے پہلے بدرجۂ کمال رائج تھیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی تعلیمات میں سب تفرقہ سے انسان کو دور رہ کر صرف اپنے خالق کے رشتۂ الفت میں تمام بنی نوع انسان کو جڑ جانے کی ہدایت فرمائی۔ کیونکہ اسی ایک (واحد) کی الفت کا "رشتہ" (اعتقادِ بہ عقیدۂ توحید) بنی نوعِ انسان کو جوڑ سکتا ہے اور اس کی عداوت کی "تلوار" (فلسفہ جہاں) بنی نوعِ انسان میں جو تفرقے بندی ہو جاتی ہے اس کو چھانٹ کر سب کو ایک جگہ جمع کر سکتی ہے۔ اس کے سوا انسانیت کے شیرازہ کو جوڑنے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہو سکتا۔ فرقہ بندی۔ قبیلہ بندی۔ ذات پات، رنگ و نسل کے امتیازات حتٰی جذبۂ حب الوطنی سب انسان کو کسی نہ کسی حیثیت سے تفرقہ میں ڈالتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا ہی کو مانو۔ مگر دو خدا کو تو بھی انسان عصبیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ تمام بنی نوعِ انسان کو صرف ایک خدا کا عقیدہ ہی ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتا ہے۔ غرض، حضور اکرم صلعم تمام تفرقوں سے جو اس وقت بپا ہو رہے تھے ان سے انسانیت کو پاک کرنا چاہتے تھے۔

ان تفرقوں سے انسان کو عملی طور پر پاک کرنے کے لئے آپؐ نے مختلف قبیلوں اور مختلف طبقات کی عورتوں سے عقد فرمایا تاکہ آئندہ ان قبائل اور طبقوں میں کسی قسم کی عصبیت نہ رہے۔ چنانچہ آپؐ ان قبائل کو ایک جگہ جمع کرنے میں اتصالی کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس طرح آپ نے ان قبائل کی باہمی نفرت

اور وحشت کو محبت سے بدل دیا۔

اس کے علاوہ ایک غرض یہ بھی تھی کہ ازواجِ مطہراتؓ آپؐ کی زندگی، آپؐ کے حُسنِ اخلاق، حسنِ معاملہ، کیارکٹر، پاک دامنی، گھریلو حالات کی نزدیک سے جانچ کریں اور آپؐ کے عادات واطوار کی اشاعت اپنے اپنے کنبوں میں کریں جن کے علم پر لوگ آپؐ کے تعلیمات کی طرف رجوع ہوتے تھے۔

اس طرح آپؐ نے اپنے کردار، اندرونی کیارکٹر، خانگی زندگی، غرض ہر نوعیت سے خود کو پرکھنے کا دوسروں کو موقع دیا۔ جس کی جانچ کے بعد ہی قبیلے جوق درجوق آپؐ کی تعلیمات کو تسلیم کرتے تھے۔ گویا آپؐ اپنے تعلیمات کے مجسمہ تھے۔ اور آپ کی ذات اور کردار آپؐ کی تعلیمات کی اشاعت کے موجب۔

ایک اور غرض متعدد ازواج مطہراتؓ سے عقد کرنے کی یہ تھی کہ آپ نے اپنی بعثت کی غرض وغایت کا یوں اظہار فرمایا کہ "بعثت معلماً بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" یعنی اس امیؐ کی زندگی کا واحد مقصد بنی نوع انسان کو تعلیم دینا تھا۔ ان تعلیمات ہی کی اشاعت کے لیے آپؐ نے فرمایا فلیبلغ الشاھد الغائب یعنی "جو مجھ سے اس وقت کچھ حاصل کرتا ہے وہ غیر حاضروں تک پہونچا دے۔" گویا آپؐ اپنے طالب علم کو ساتھ ہی ساتھ مدرس ہونے کی بھی تعلیم دیتے تھے۔ آپ کے پاس نہ صرف طالب علموں ہی کی تعلیم کا انتظام تھا بلکہ تعلیم المعلمین کا بھی کام جاری تھا۔ چنانچہ معلمین کو تیار

کرنے کی خاطر آپؐ نے ایک جماعت "اصحابِ صفہ" کے نام سے قائم فرمائی تھی جس میں اس جماعت کو تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تربیت بھی آپؐ دیا کرتے تھے۔ یہ جماعت تیار ہو جانے پر اس کو دوسروں کی تعلیم کے لئے دیگر مقامات پر مامور فرما دیا جاتا تھا۔ اور پھر نئے طالبِ علم اس جماعت میں داخل کئے جاتے۔ یہ منظم طریقۂ اشاعت تعلیم کا اختیار فرمایا گیا تھا۔

آپؐ کی تعلیمات صرف مردوں کے لئے محدود و مخصوص نہ تھیں بلکہ عورتوں کو بھی ان سے بہرہ ور کرنا نہ صرف لازمی تھا بلکہ زیادہ اہم بھی تھا۔ کیونکہ عورتیں آئندہ آنے والی نسلوں کی مائیں ہوتی ہیں جو آئندہ نسلوں میں تعلیم و تربیت پہنچانے کا مناسب اور صحیح وسیلہ ہوتی ہیں اور قوم کی عورتوں کی تعلیم کے لئے عورتوں ہی کا ذریعہ بہتر تھا۔ اس لئے آپؐ نے متعدد ازواجِ مطہراتؓ سے عقد فرمایا تاکہ قوم کی عورتوں کی تعلیم کا کام ان سے لیں۔ ازواجِ مطہرات فی الحقیقت تعلیمات کی اشاعت کے سلسلہ میں "زنانہ صفہ" کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ازواجِ مطہراتؓ آپؐ سے تعلیم حاصل کر کے دیگر عورتوں تک پہنچاتی تھیں۔ اگر قوم کی عورتیں کوئی استفسار کرتیں تو اس کو سرکارؐ تک پہنچا کر آپؐ سے جواب حاصل کر کے قوم کی عورتوں کو مطمئن کیا کرتیں۔ آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد بھی ازواجِ مطہراتؓ عمر بھر تعلیمات کی اشاعت میں مصروف رہیں۔

اگر آپؐ کے ایک ہی بیوی ہوتی تو اس سے اشاعتِ تعلیمات کا وسیع کام نہ ہو سکتا۔ دوسرے تعلیمات کے پہونچانے میں ایک اہم نقص رہ جاتا، یعنی ہر خبر، ہر تعلیم جو ان کے ذریعہ جاری ہوتی وہ خبرِ آحاد ہو جاتی، بالفاظِ دیگر متعدد ذرائع اور طرق سے تعلیمات مرتق نہ ہوتیں اور نہ اس درجہ قابلِ اعتبار ہوتیں جیسے اس وقت ہیں۔

جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے کہ آپؐ نے اپنی مکہ کی زندگی اور شباب کفار کے مظالم کی نذر کر دیا اور اپنے آپ کو تعیشات سے تو کیا ضروریاتِ زندگی سے بھی محروم رکھا۔ مال۔ دولت۔ حسن۔ عورت۔ حکومت، ہر چیز کو جو کفار کی جانب سے پیش کش ہو رہے تھے سب سے انکار فرما دیا۔ اور یہ سب کچھ آپؐ نے تعلیمات ہی کے لئے کیا۔ اسی طرح سے مدینہ آنے کے بعد ازواجِ مطہراتؓ سے رشتہ بھی تعلیمات اور ان کی اشاعت کے لئے تھا۔ حظِ نفس کی خاطر نہیں، ان حالات میں آپؐ کو تعیش پسند کہنا بالکل غلط ہے۔

اگر آپؐ عقد کے ذریعہ ان بیویوں کو اپنے محرم نہ بناتے اور ان کے ذریعہ تعلیمات کی اشاعت کا طریقہ رکھ کر راست قوم کی عورتوں کو تعلیمات سکھانے اپنے پاس جمع رکھتے تو ایک طرف پردہ کے احکام کے خلاف ہوتا تو دوسری طرف عورت و مرد کی مشترکہ سوسائٹی ہو جاتی جس کو کبھی اسلام

پسند نہیں کرتا، جس کے خراب نتائج ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ مگر عیاشی اور موجودہ تہذیب کی وجہ زبان بند ہے۔ غرض تعلیمات کے لیے اگر عورتیں جمع رہا کرتیں تو اس وقت معترضین کو یہ کہنے کا موقع تھا کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تعلیمات کے حیلے عورتوں کو جمع کرتے تھے۔"

واقعۂ انتقال

بعض اغیار نے آپ کے انتقال کو تعصب سے اس پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ "آپ اپنی چھوٹی اور حسین داشتہ کی ران پر سر رکھ کر اس عالم سے آنکھ بند اس توقع پر فرمائی کہ جب اس عالم میں آنکھ کھولیں گے تو ان سے بڑھ کر حسین کی ران پر سر رکھے ہوئے ہوں گے اور آپ کے پیروؤں کی تلاش تلوار کی نوک سے کر رہے ہیں" ان الفاظ سے خود تعصب نمایاں ہے۔ آپ کی قانونی بیوی کو "داشتہ" کہنا جبکہ خود معترض نے کسی جگہ آپ سے متعلق کبھی کسی عمر میں کسی قسم کی غلطی کو منسوب کرنے کی جرأت نہیں کی، بالکل غلط ہے۔ تمام تواریخ اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ نے زمانۂ شباب، زمانۂ تجرد میں بھی کبھی کسی قسم کی غلطی کا ارادہ نہیں فرمایا۔ بلکہ دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے کہ غلطی کا مرتکب ہونا تو کجا کسی غلطی کا اتہام بھی اپنے تک نہ آنے دو "اتقوا مواضع التہم"

آپ نے خوش خبری ضرور دی ہے کہ جو لوگ آپ کے تعلیمات کی

من وعن پابندی کریں گے۔ جن میں غریبوں کی امداد۔ تقسیم زر۔ مساوات، حسنِ سلوک، بھائی چارہ۔ صلہ رحمی۔ ہمدردی، عبادت، انصاف، حسنِ اخلاق، غرض جملہ تعلیمات شامل ہیں۔ جن کے منجملہ ایک اہم حکم یہ بھی ہے کہ "جو لوگ اپنی بیوی کے سوا دوسری عورت کو استعمال نہ کریں گے، اور غیر عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں گے ان کو ان کی اس نیک کرداری کے انعام میں آئندہ اس دنیا کے بعد کی زندگی میں حسین حور و قصور عطا ہوں گے"۔ جو اپنی جگہ درست ہے۔

اس حصۂ تعلیم کو انتقال کے واقعہ سے ملا کر اس پیرایہ سے بیان کرنا معترض کی بد باطنی کو ظاہر کرتا ہے اور یقیناً جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ عمر گذارے اور مرتے دم تک غیر عورت کی صورت نہ دیکھے وہ نیک کردار کا حامل رہے گا۔ ان تعلیمات کی صداقت میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔

اب رہا انتقال کا واقعہ اور حضرت عائشہؓ کی ٹانڈی پر سر رہنا، یہ کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے۔ بلکہ قابلِ تقلید ہے۔ کیونکہ ہر ایک میاں بیوی کو آخری سانس تک آپس میں خوشگوار تعلقات رکھنا چاہیئے۔ آپؐ کا یہ واقعہ بھی امت کی تعلیم کے لئے ہے۔
